سورۂ جمعہ میں دی گئی خوشخبری کی مظہر جماعت احمدیہ ہے۔
تقویٰ، تعلیم، کتاب اور حکمت کو اپنائیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ رجولائی ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۳ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۴ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۵ (الجمعہ: ۳ تا ۵)

سورۂ جمعہ کی ۳ تا ۵ تک کی آیات ہیں جن کی میں نے تلاوت کی ہے بارہا پہلے بھی جماعت کے سامنے ان کی تلاوت ہو چکی اور ان کی تشریح ہو چکی لیکن اوّل تو یہ کہ قرآن کریم کی کسی آیت کی بھی تشریح اس حد تک ممکن نہیں کہ اس کے تمام مضامین پر حاوی ہو سکے بلکہ اگر ہر بار زندگی بھر انسان ایک ہی آیت پر غور کرتا چلا جائے اور اللہ تعالیٰ اس کو نور بخشتا رہے اور نئے معنی پر اطلاع دیتا رہے تو اس آیت کا مضمون کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ اس پہلو سے اگر کسی اہم آیت کریمہ کے پیغام کو بار بار دہرایا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بسا اوقات کچھ نئے مطالب بھی ظاہر ہوتے ہیں جن سے جماعت کو استفادے کا موقع ملتا ہے۔ دوسرے یہ کہ آج کے اس خطبے میں کثرت کے ساتھ دنیا کے

ایسے ممالک سے دوست تشریف لائے ہیں۔ جن کو اس سے پہلے احمدیت کا پیغام نہیں مل سکا تھا اور اب وہ عالمی بیعت میں شمولیت کی نیت سے اپنے نمائندوں کے ذریعے اس اجتماع میں شامل ہو رہے ہیں اور آج کے خطبے میں شامل ہیں۔

اسی طرح خطبات کا جو سلسلہ عالمی مواصلاتی سیاروں کے ذریعے تمام دنیا میں منتشر ہوا ہے۔ اس سے پہلے اس کثرت سے Antinas کا انتظام نہیں تھا کہ افریقہ کے اہم ممالک میں دور و نزدیک انٹینا کے ذریعے خطبات کو براہ راست سنا اور دیکھا جاسکے لیکن اب اس سلسلے میں اتنے ٹھوس، معین قدم آگے بڑھائے جاچکے ہیں کہ آج کے اس خطبے میں لاکھوں کی تعداد میں افریقن بھی خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اس پیغام کو سن رہے ہوں گے اور ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو نئے ہیں ان باتوں کی تکرار ضروری ہے جو ان آیات کریمہ میں مذکور ہیں۔

مختصراً اس کا پس منظر یہ بتاتا ہوں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جہاں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی صفات حسنہ بیان فرمائیں اور آپ کے کاموں سے متعلق معین طور پر ہمیں خبر دی کہ یہ چار بنیادی کام ہیں جو آپ نے کرنے ہیں اور کر رہے ہیں۔ وہاں آخرین میں ظاہر ہونے والے ایک سلسلے کا بھی ذکر فرمایا جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے زمانے کی دوری کی وجہ سے براہ راست فیض یافتہ نہیں ہوسکتا لیکن اللہ تعالیٰ کچھ ایسا انتظام فرمائے گا کہ اسی رسولؐ کا فیض اس دور کے زمانے میں اس شان اور اس وضاحت کے ساتھ پہنچے گا کہ گویا وہ لوگ دور کے زمانے میں پیدا ہونے کے باوجود اوّلین سے آملے ہیں۔

یہ دو باتیں ہیں بنیادی طور پر جو ان آیات میں بیان ہوئی ہیں وہ چار کام کیا ہیں۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ یعنی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو آیات ان کو عطا ہوتی ہیں۔ وہ ان لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں جو اس سے پہلے جاہل اور بے خبر تھے۔ وَيُزَكِّيْهِمْ اور آپ میں عظیم قوت قدسیہ پائی جاتی ہے۔ آیات کی تلاوت کے ساتھ ہی آپ ان کو پاک کرنے لگتے ہیں۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور پھر کتاب کی تعلیم دیتے ہیں۔ آیات اور کتاب کی تعلیم میں فرق یہ ہے کہ آیات، کتاب کے مضامین یعنی شریعت کے مضامین کے علاوہ بھی بہت سے روحانی مضامین پر مشتمل ہوتی ہیں اور جب خصوصیت سے الْكِتٰبَ کہا جائے تو یہاں وہ فرائض اور نواہی

مراد ہوتے ہیں جو ہر شریعت میں بیان ہوتے ہیں۔ پس کسی ایک ہی بات کی تکرار نہیں بلکہ ایک نیا مضمون الْكِتٰبَ کہہ کر شروع فرمایا۔

خدا تعالیٰ کی آیات پڑھنے میں ایک مضمون یہ بھی ہے کہ عظیم الشان نشانات پیش کرتا ہے۔ ایسے اعجازی نشان پیش کرتا ہے جس سے ایمانوں کو تقویت ملتی ہے اور ان کا ضروری نہیں کہ کتاب سے ان معنوں میں تعلق ہو کہ ان میں حکم اور مناہی بیان ہوں۔ پس آیات کا لفظ زیادہ وسعت رکھتا ہے اور اس میں نا صرف قرآن کریم کی آیات مراد ہیں بلکہ ایمان افروز نشان بھی اس کے اندر شامل ہیں جن کو سن کر ایمانوں میں ایک نئی تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ يُزَكِّيهِمْ جو معاً بعد فرمایا اس سے اس وسعتِ مضمون کو مزید تقویت ملتی ہے کیونکہ وہ آیات جو الٰہی نشان اور اعجازی شان وشوکت رکھتی ہوں۔ ان سے لازماً تزکیہ قلوب ہوتا ہے۔ ایمان ترقی کرتا ہے اور ایمان ترقی کرنے کی ایک طبعی قطعی علامت یہ ہے کہ اعمال ترقی کرتے ہیں۔ پس یاد رکھیں کہ وہ ایمان کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتا جس کے ساتھ تزکیہ شامل نہ ہو۔ اگر ایک انسان کا ایمان مضبوط ہوتا ہے جیسا کہ بہت سے لوگ بعض نیک مجالس میں شامل ہو کر کہا کرتے ہیں کہ بہت لطف آیا اور بہت ایمان میں ترقی ہوئی اور واپس جا کر انہی کاموں میں پھر مبتلا ہو جاتے ہیں جو پہلے کرتے آئے تھے اور ان میں تزکیہ کے ظاہر ہونے کے آثار نہیں پائے جاتے۔

پس حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی یہ شان بیان فرمائی گئی کہ آپ جو ایمان افروز باتیں کرتے ہیں۔ وہ محض زبانی باتیں نہیں ہیں ان میں ایک گہرا اثر ہوتا ہے۔ وہ ایسی ایمان افروز باتیں کرتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال بھی ترقی کرتے ہیں اور تزکیۂ نفس ساتھ ساتھ ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ جو مضمون ہے کسی تفصیلی تعلیم کا محتاج نہیں۔ ایک پاک وجود جب پاک باتیں، الٰہی باتیں لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے تو اس کی گہری، ذاتی صداقت کا یہ نشان ہے کہ وہ اعمال میں پاک تبدیلیاں پیدا کرتا چلا جاتا ہے اور سچے ایمان کی یہی نشانی ہے لیکن یہ کافی نہیں ہے کیونکہ پاک تبدیلیاں دو قسم کی ہیں ایک وہ تبدیلی کہ جب انسان کسی ایمان افروز بات سے متاثر ہو اس کے دل کے اندر ایک نیکی پیدا ہوتی ہے اور اسی کو تزکیہ کہا جاتا ہے۔ ایک وہ تبدیلی جو اس علم کے بعد آتی ہے کہ نیکی ہے کیا؟ میں خدا کو راضی کرنے کے لئے آمادہ تو ہو چکا ہوں مگر راضی کیسے کروں؟ یہ جو دوسرا حصہ

ہے اس کا تعلیمِ کتاب سے تعلق ہے۔ کتاب کی تعلیم اسے بتاتی ہے کہ دیکھو یہ کرو گے تو خدا کو راضی کرو گے، یہ نہ کرو گے تو خدا کو راضی کرو گے، یہ نہ کرو گے تو خدا کو ناراض کرو گے، یہ کرو گے تو خدا کو ناراض کرو گے۔ اس کا نام تعلیمِ کتاب ہے۔ پس فرمایا محض عمومی تزکیہ نہیں فرماتا، دلوں میں پاک تبدیلیاں ہی پیدا کر کے اس بات کو نہیں چھوڑ دیتا بلکہ تتبّع کرتا ہے اور پاک تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ جو اعمال میں تبدیلیاں ہونی چاہئیں انہیں معین طور پر بیان فرماتا ہے۔ یہ جو بات ہے، یہ بہت ہی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ جماعت احمدیہ آج جس دور میں داخل ہے ہم اس دور میں بکثرت قوموں کو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا پیغام پہنچا رہے ہیں اور بکثرت قوموں کے دل اس پیغام کو قبول کرنے کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ ایسے مواقع پر کثرت سے جو اطلاعیں ملتی ہیں، معلوم ہوتا ہے بہت ہی ایمان افروز ماحول تھا، بہت ہی طبیعتوں میں ہیجان پایا جاتا تھا، روحیں سجدہ ریز تھیں۔ یہ وہ مضمون ہے جس کا يُزَكِّيهِمْ سے تعلق ہے۔ تزکیہ کے لئے نفوس تیار ہو رہے ہیں لیکن اگر اس کے بعد تعلیمِ کتاب نہ کی گئی تو یہ جذبات کا ہیجان اسی طرح رفتہ رفتہ ٹھنڈا پڑ جائے گا اور کوئی نیک پاک مستقل تبدیلی پیدا نہ کر سکے گا۔

پس حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کیونکہ تمام جہانوں کی، کل عالم کی تربیت کے لئے مبعوث فرمائے گئے اس لئے وہ چار بنیادی باتیں جو تبلیغ اور تربیت سے گہرا تعلق رکھتی ہیں بلکہ یہ چار ستون ہیں جن پر تبلیغ اور تربیت کا جہان کھڑا ہے۔ یہ اس شان کے ساتھ علی الترتیب بیان فرمائیں کہ ان کے مضامین پر غور کرنے سے وہ لوگ جو بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی رکھتے ہوئے ان میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے بہت بڑے پیغام ہیں بلکہ ان کی ساری ضرورتوں کو یہ آیات کریمہ بلکہ اس ایک آیت میں بیان فرمودہ چار باتیں کفیل ہو جاتی ہیں۔ آخر پر فرمایا يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وہ تعلیم ہی نہیں دیتا بلکہ حکمت بھی بیان فرماتا ہے۔ تعلیم سے مراد یہ ہے کہ آپ کسی کو بتائیں کہ نماز اس طرح پڑھنی چاہئے، نماز میں یہ پڑھنا چاہئے، روزے کیسے رکھے جاتے ہیں، کن کن بدیوں سے پرہیز ضروری ہے، کیا کیا کام ہیں جو خدا کی خوشنودی کا باعث بنتے ہیں، کیا کیا کام ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے؟ یہ ہے کتاب کی تعلیم لیکن بہت سے لوگ اس تعلیم کی حکمت نہیں سمجھتے، بہت سے لوگ ہیں جن کے ذہنوں میں کئی قسم کے اعتراض پیدا ہوتے

ہیں، کئی قسم کے خیالات ابھرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم مان تو لیتے ہیں کیونکہ ایمان لے آئے مگر دل مطمئن نہیں۔ یہ جو دلوں کے اطمینان کا معاملہ ہے یہ ہر مرتبے اور ہر درجے سے تعلق رکھتا ہے۔ دلوں کے اطمینان کی کوئی کافرانہ خواہش نہیں، کوئی فاسقانہ بات نہیں بلکہ ایک طبعی امر ہے اور سچائی کی نشانی ہے ہر وہ شخص جس کی فطرت سچی ہے۔ اگر وہ ایک بات کو تسلیم کرتا ہے اور وہ بات ذہن کو کسی حد تک قائل تو کر لیتی ہے لیکن پوری طرح مطمئن نہیں کر سکتی۔ دل اس کی حکمتوں سے پوری طرح آشنا نہیں ہوتا اور پوری طرح راضی ہو کر دماغ اور دل دونوں سجدۂ اطاعت بجا نہیں لاتے۔ یہ جو کیفیت ہے یہ خطرناک ہے۔ اگر یہ مستقل جاری رہے لیکن مومن کے ایمان کے سفر میں ایسی منازل ہر روز آتی چلی جاتی ہیں اور ہر روز ان منازل کو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ کامیابی سے طے کرتا چلا جاتا ہے۔

اس کے دو طریق ہیں۔ اوّل یہ کہ انسان دعا کے ذریعے خود خدا تعالیٰ سے احکام کی حکمتیں طلب کرے۔ وہ لوگ جب بھی دل میں کوئی شبہ یا شبہ نہیں تو کم سے کم لاعلمی کا سایہ پڑتا ہوا دیکھتے ہیں۔ ہلکا سا اندھیرے کا مقام آتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ میں پوری طرح اس بات سے مطمئن نہیں ہو سکا۔ ان کے لئے تعلیم یہ ہے کہ وہ حکمت کو ضرور سمجھیں کیونکہ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے تعلیم کتاب پر بات ٹھہرا نہیں دی بلکہ ضرور حکمت بیان فرمائی ہے۔ اگر حکمت ضروری نہ ہوتی تو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے بنیادی پیغامات اور اہم کاموں میں اس کو شامل نہ کیا جاتا۔ پس تعلیم کتاب کے بعد حکمت کا بیان فرماتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ دماغوں کو بھی راضی کرتا ہے، دلوں کو بھی راضی کرتا ہے۔ محض یہ کہہ کر خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ مانو یا نہ مانو بات کو چھوڑ نہیں دیتا بلکہ تتبّع کرتا ہے، ان پر محنت کرتا ہے۔ ان کے ہر قسم کے سوالات کے جوابات دیتا ہے۔ انہیں پوچھنے پر بھی اور بغیر پوچھے بھی باتیں سمجھاتا چلا جاتا ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ساری زندگی کا خلاصہ ان چار صفات میں بیان ہو گیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ ایسا معلّم جس کی کوئی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ تاریخ عالم جس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس کی ذاتی زندگی تو بہرحال انسانوں کی طرح محدود رہے گی اور ہمیشگی کے لئے یہ ہمارے اندر قیام نہیں فرما سکے گا۔ تعلیمِ کتاب کی ضرورت تو پوری ہو گئی لیکن وہ ایسی قومیں بھی تو ہیں جو ابھی اس پیغام سے آشنا ہی نہیں ہیں۔ ان کو بھی تو تعلیم دینی ہے اور اس پاک وجود کے گزر

جانے کے بعد جو معلّموں میں خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔ ان کا کیا حال ہوگا؟ آیات میں تو کوئی تبدیلی نہیں۔ تزکیۂ نفس بنیادی طور پر وہی ایک ہی چیز ہے، خواہ وہ ہزار سال پہلے ہو یا ہزار سال بعد ہو۔ تزکیہ کا مضمون ایسا ہے جس کے اندر کوئی تفریق نہیں پائی جاتی، کوئی تقسیم نہیں پائی جاتی۔ تزکیہ تزکیہ ہی ہے۔ تزکیہ اس دل کی پاک کیفیت کا نام ہے جس کے بعد انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں حاضر ہو گیا، سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا (البقرہ:۲۸۶) میں ماننے کے لئے تیار بیٹھا ہوں۔ اسی بنیادی فیصلہ کا نام تزکیہ ہے۔ اس تزکیہ کی تفصیل تعلیمِ کتاب سے طے ہوتی ہے۔ تعلیمِ کتاب اس تزکیہ کے نقوش ابھارتی ہے اور ان کو وسیع تر کرتی چلی جاتی ہے۔ پس معلّم کا ہونا ضروری ہے اور وہ تعلیم جو کامل ہو چکی ہو اور ہمیشہ کے لئے ہو، اس کو ہمیشہ کے لئے ایسے معلمین کی ضرورت ہے جو خدا تعالیٰ سے ہدایت یافتہ ہوں۔ پھر ہر زمانے کی طرف سے نئے نئے سوال اٹھائے جا سکتے ہیں، نئے نئے اعتراض تعلیم پر ہو سکتے ہیں، زمانے کی ضرورتیں بدل جاتی ہیں اور نئی ضرورتوں کے تابع نئے حالات تقاضا کرتے ہیں کہ ان باتوں کی بھی تو حکمت سکھائی جائے۔

پرانے زمانے میں آنحضرت ﷺ نے سب حکمتیں بیان فرما دیں، ساری ضرورتوں پر آپؐ کے بیان اور آپؐ کی سنت حاوی ہو گئی۔ لیکن بعد میں بھی تو بدلتے ہوئے زمانوں کے تقاضے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ کیسے آنے والوں کو الٰہی کلام کی حکمتیں سمجھائی جائیں۔ اس سوال کا جواب قرآن کریم میں مختلف جگہ ملتا ہے۔ آیت استخلاف میں بھی اس کا جواب دیا گیا ہے اور اسی کی تشریح میں مجدد کی پیشگوئیوں میں بھی درحقیقت اسی سوال کا جواب دیا گیا ہے لیکن جیسا کہ اسلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ نہ خلافت راشدہ ہمیشہ کے لئے باقی رہی اور نہ مجددین کا سلسلہ اس حد تک کارگر ثابت ہوا کہ اسلام کے گزرتے ہوئے ادوار میں نیچے کی طرف جو سفر تھا، اسے روک کر پھر بلندیوں کی طرف موڑ دیتا ہے۔ وقتی طور پر سنبھالے دیئے گئے ہیں، وقتی طور پر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ گرتی ہوئی قوموں کو اٹھایا گیا ہے، بعض شکوک کے ازالے کئے گئے ہیں، بعض فتنوں کو مٹایا گیا ہے، بہت بڑی بڑی تجدید کی کوششیں ہیں جن کا تاریخ اسلام میں ذکر محفوظ ہے لیکن دو باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے ایک تشنگی سی باقی رہ جاتی ہے۔ ایک یہ کہ مجددیت نے جو آخری تنزل کا رخ تھا۔ اس کو موڑا نہیں سنبھالے تو دیئے لیکن کسی ایک منزل پر بھی یہ نہیں ہوا کہ سارا عالم اسلام کامل طور پر حضرت اقدس

محمد مصطفی ﷺ کی طرف لوٹ جاتا اور واپس اس زمانے میں پہنچ جاتا جو آپؐ کا زمانہ تھا۔ دوسرا یہ کہ مجدّدیت محدود قوموں اور محدود علاقوں میں کارفرما رہی ہے کل عالم پر محیط کبھی نہ ہو سکی۔ آج تک تاریخ اسلام میں ایک بھی ایسا مجدد ظاہر نہیں ہوا جس نے خود یہ دعویٰ کیا ہو یا جس کے متعلق اس کے ماننے والوں نے یہ دعویٰ کیا ہو دیکھو یہ مجدد کل عالم کی تجدید کے لئے آیا۔ پس ایک ایک مجدد کی یا ان لوگوں کی تاریخ کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے جن کو بعض فرقوں نے مجدد کہا اور بعض نے ان کا انکار کیا، بعض ایسے ہیں جو ہندوستان میں پیدا ہوئے، بعض عرب کے علاقوں میں پیدا ہوئے، بعض ایران میں پیدا ہوئے، بعض افریقہ میں پیدا ہوئے، بعض چین میں بھی پیدا ہوئے۔

غرض کہ مختلف ادوار میں مختلف مجدد کہلانے والے پیدا ہوتے رہے لیکن کل عالم اسلام نے ان کو تسلیم نہیں کیا بلکہ بھاری اکثریت کو تو ان کی خبر تک نہیں پہنچی پھر وہ عالمی تجدید کیسے ہو گی؟ جس کا گہرا تعلق حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے عالمی پیغام سے ہے۔ جب پیغام عالمی ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے تو تجدید بھی تو عالمی حیثیت سے ہونی چاہئے اور اگر سابقہ تجدید کی کوششیں مسلمانوں کے رخ کو اس طرح پلٹا نہ سکیں کہ وہ تیزی کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے زمانے میں داخل ہوتے جو حقیقت میں کامل امن کا زمانہ ہے جو اسلام کی تمام خوبیوں پر محیط ہے اور کفر کی سب بدیوں سے محفوظ ہے۔ اس زمانے تک عالم اسلام کو پہنچانے کا کیا انتظام ہے؟ یہ وہ سوال ہے جس کا ان آیات کریمہ میں جواب دیا گیا ہے۔ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ دیکھو محمد ﷺ کا خدا ایسا خدا ہے جس نے دور کے زمانوں پر بھی نظر رکھی۔ وَّاٰخَرِيْنَ میں ایک ایسی قوم کو واپس اس زمانے میں کھینچ لائے گا جو محمد مصطفی ﷺ کا زمانہ ہے اور ان دور کے زمانے میں پیدا ہونے والوں کو ان پہلوں سے ملا دے گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے جو چار بنیادی کام بیان فرمائے گئے ہیں اور بنیادی صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ ان تمام کاموں اور صفات کا دور دورہ اس زمانے میں ہو گا اور وہ تحریک عالمی ہو گی ورنہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے ساتھ اس کو کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔ آپؐ کا پیغام عالمی تھا اور آپؐ نے جو کام کئے۔ ان سب خدمتوں پر مامور ایک ایسی جماعت ہی پرانے زمانے کے آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ اور آپؐ کے تربیت یافتہ لوگوں سے ملنے کی مستحق ہو سکتی ہے جو ایک عالمی پیغام دنیا میں پھیلائے اور ان چاروں امور کو یعنی

قرآن کریم کی اشاعت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے نشانات کے بیان، تعلیمِ کتاب اور تعلیمِ حکمت میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے رنگ اختیار کرے۔ اگر یہ نہ ہو تو آخرین اولین سے مل نہیں سکتے۔

اس مضمون کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وہ ایسے علم والا ہے جو طاقت رکھتا ہے۔ عزیز اس غالب اور معزز وجود کو کہتے ہیں جو صاحبِ علم ہو اور اس کے علم کا اس کی عزت سے اس کے غلبے سے تعلق ہو۔ پس خدا علیم بھی ہے اور خدا غالب بھی۔ خدا عزتوں والا بھی اور عزتوں والا جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور وہ حکیم ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس وقت کس زمانے کی ضرورت کیسے پوری کی جائے گی۔ اس کے بعد فرمایا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ یہ اللہ کا فضل ہے کہ آخرین میں ایک ایسی جماعت پیدا کی جائے گی جو اولین سے جاملے گی اور یہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کسی منطق کا نتیجہ نہیں، کسی دلیل کے نتیجے میں کسی قوم کے استحقاق کے بات نہیں ہو رہی، دلیل کے نتیجے میں کسی قوم کے استحقاق کا بیان کہ ہاں دیکھو یہ قوم اس قابل ہوگئی ہے کہ اسے یہ انعام ملے اس کو فضل نہیں کہا جا سکتا۔ فضل کہتے ہیں مالک کی طرف سے عطا کو۔ ایسا مالک جو اپنے اموال پر ہر اس چیز پر جس پر اسے تصرف ہے اتنا کامل تصرف رکھتا ہے کہ کوئی قانون اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتا۔ جس کو چاہے جب چاہے جو دے دے۔ کوئی سوال نہیں اٹھ سکتا کہ کیوں ایسے کیا ہے؟ فرمایا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ یہ ایسے فضل کی بات ہم کر رہے ہیں جسے اللہ جب چاہے گا جسے چاہے گا دے گا۔ کوئی اس کے فضل کے ہاتھ کو روک نہیں سکتا۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ اور اللہ تعالیٰ بہت ہی بڑے فضلوں والا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ جس فضل کی بات ہوئی ہے آخرین میں ہو کر اولین سے جاملو گے۔ یہ بہت ہی عظیم الشان فضل ہے اتنا عظیم الشان فضل ہے کہ خدا کے ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ہونے کا مضمون اس سے ابھرتا ہے۔

پس سورۂ جمعہ میں جو کچھ بیان فرمایا جو خوشخبریاں دیں جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان خوشخبریوں کی مظہر ہے۔ آج جماعت احمدیہ کی صورت میں وہ آخرین پیدا ہو رہے ہیں جنہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جانے والے اس مہدی مسعود نے اوّلین سے ملایا اور یہ بات کہ ایک

آنے والے نے اولین سے ان لوگوں کو ملایا۔ یہ میرے منہ کی بات نہیں بلکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی اپنی پیشگوئی ہے یہ اسی آیت کریمہ کی تشریح سے تعلق رکھتی ہے۔ بخاری شریف میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ جب حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی تو کچھ صحابہؓ کے جھرمٹ میں آپؐ بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہؓ میں سے کسی نے تعجب سے یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ ہوں گے کون؟ جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے۔ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ ۔ بہت ہی بڑی عظیم الشان قوم ہے جس کا ذکر ملتا ہے کہ آخرین میں ہو کر اوّلین سے جاملیں گے۔ اس مضمون کی عظمت اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے سے لے کر آخرین کے زمانے تک جو بہت بعد کا زمانہ ہے آخرین کہتے ہی ہیں ان لوگوں کو جو سب سے آخر پر پیدا ہوں۔ بہت لمبا عرصہ جس میں بڑی کثرت کے ساتھ آپ کو بزرگ صحابہ کے بعد بھی اولیاء اللہ، بڑے بڑے خدمت کرنے والے، بڑے بڑے مجدد ین ملتے ہیں، بڑی بڑی مہمات چلائی گئی ہیں۔ دین کی خدمت کے لئے ازسرنو اسلام کو محمد رسول اللہ ﷺ کی صفات حسنہ سے مزین کرنے کے لئے لیکن ان میں سے کسی کے اوپر خدا کے انتخاب کی نظر نہ پڑی اور ان میں سے کسی سے متعلق یہ نہ فرمایا کہ وہ اولین سے آملیں گے۔ اس لئے بہت دور میں پیدا ہونے والوں کا ذکر کرنا اور بیچ کی تمام صدیوں کو چھوڑ جانا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ جن لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ وہ خالص خدا کے فضل سے پیدا ہوں گے۔ کوئی انسانی کوشش یہ کام کر کے نہیں دکھا سکتی۔ خدا کے فضل سے پیدا ہوں گے اور وہ اتنا بڑا فضل ہے کہ اس کے ذکر کے ساتھ ہی بے ساختہ روحیں یہ اقرار کریں گی وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ سبحان اللہ کیسی شان کا خدا ہے، کتنے بڑے فضلوں کا مالک۔ یہ وہ مضمون ہے جس کا جماعت احمدیہ سے گہرا تعلق ہے اور یہ مضمون کس طرح ہم پر صادق آتا ہے۔ اس کا بیان اس حدیث میں ہے جس کا میں نے ذکر کیا تھا۔

حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ سے جب پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ اس سوال میں ایک تعجب شامل ہے۔ اس کی نشاندہی ضروری ہے، تعجب یہ ہے کہ صرف حضور اکرم ﷺ کی بعثت کا ذکر ہے۔ کسی اور وجود کے بعد میں پیدا ہونے کا کوئی ذکر ہی موجود نہیں ایک ہی فعل ہے بَعَثَ کا جو اس آیت کے شروع میں بیان ہوا اور اس کے بعد کوئی نیا فعل کسی اور آنے

والے کے متعلق نہیں ملتا۔ پس بعثتِ محمد مصطفی ﷺ سے اس مضمون کا تعلق ہے یہ بعثت اس رنگ میں جلوہ افروز ہوئی کہ اولین کو خدا سے ملا دیا اور پھر دوبارہ یہی بعثت محمد مصطفی ﷺ ایک نیا جلوہ، ایک نئی شان کا جلوہ دکھائے گی کہ آخرین کو بھی اولین سے ملا دے گی یعنی اولین کی طرح آخرین کو بھی خدا سے ملا دیا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو تعجب پیدا کرتا ہے۔ اتنی دور کے لوگوں کو کس طرح اولین سے ملایا جائے گا آخر اس کا طریق کار کیا ہوگا؟

پس حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے جب اس سوال کو سنا تو پہلے اعراض فرمایا، جواب نہ دیا۔ پھر سوال کرنے والے نے دہرایا۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کون لوگ ہوں گے؟ جن کا ذکر مل رہا ہے۔ آنحضور ﷺ نے پھر اعراض فرمایا اور اس کا جواب نہ دیا۔ آنحضرت ﷺ کا اعراض فرمانا دو حکمتیں اپنے اندر رکھتا تھا جو مسلسل آپؐ کی سنت سے ثابت ہے۔ اوّل یہ کہ سوال جاہلانہ ہوا اور قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق جاہلوں سے اعراض کا حکم ہے۔ دوسرے یہ کہ سوال ایسا ہو جس کے لئے وحی الٰہی کی روشنی کی ضرورت ہو۔ ایسے مضامین سے تعلق رکھتا ہو کہ جب تک آسمان سے نئی روشنی نازل نہ ہو اس کا صحیح جواب نہیں دیا جا سکتا۔ پس ان سوالوں سے اعراض اس دوسرے حصے سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب تیسری مرتبہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے حضور یہ عرض کیا گیا یا رسولؐ اللہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا **لو کان الایمان عندالثریا لناله رجال او رجل من ھولاء.** (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الجمعۃ باب قولہ تعالیٰ **و اٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم**) کہ دیکھو اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا ان لوگوں میں سے کچھ ہوں گے یا ان لوگوں میں سے ایک مرد کامل اٹھے گا جو ثریا سے ایمان کو کھینچ کر دوبارہ زمین پر لے آئے گا۔ اس سے فیض یافتہ لوگوں کا ذکر ہے جو لوگ اس سے فیض پائیں گے وہی ہیں جو اولین میں ملیں گے یہ مضمون اس میں شامل ہے۔

جب فرمایا ھٰٓؤلاءِ تو کیا مطلب ہے کن لوگوں میں سے۔ آنحضور ﷺ کی خدمت میں اس وقت تمام عرب صحابہؓ موجود تھے لیکن ایک غیر عرب بھی تھا جس کا نام سلمانؓ فارسی ہے۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے کسی عرب صحابی کے کندھے پر ہاتھ نہ رکھا بلکہ اس ایک کے کندھے پر ہاتھ رکھا جو تنہا عجمی اس مجلس میں موجود تھا۔ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا **لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِّنْ هٰٓؤُلَآءِ.** ان میں سے ہوں گے یا ان میں سے ہوگا جو آسمان

کے ستاروں سے ایمان کو دوبارہ زمین پر کھینچ لائے گا۔ پس یہ پیشگوئی ایک بہت ہی عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ اس زمانے کے احیائے نو سے اس کا تعلق ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوپر وارد کئے جانے والے تمام اعتراضات کا جواب اس میں موجود ہے۔ کئی دفعہ لوگ پوچھتے ہیں کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ پر دین کامل ہو گیا۔ آپؐ نے آیات پڑھ دیں، آپؐ نے تزکیۂ نفس فرما دیئے۔ آپؐ نے تعلیم کتاب کر دی جس سے بہتر کوئی تعلیم کتاب نہیں کر سکتا تھا، حکمتیں بیان فرما دیں کہ جن سے بہتر کوئی حکمتیں بیان نہیں کر سکتا تھا۔ پھر ضرورت کیا تھی کسی اور کے آنے کی۔ آپ نے کیا سلسلہ نیا شروع کر رکھا ہے۔ اتنی گستاخی، اتنے عظیم الشان نبیؐ کے بعد جس کا دین کامل، جس کی کتاب ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دی گئی، جس کی سنت کا ذکر محفوظ ہو گیا، جس کی تعلیم کتاب وحکمت کی باتیں آج تک مسلمانوں میں روایۃً بھی جاری ہیں اور تحریراً بھی۔ اس کے بعد ضرورت کیا تھی کہ کسی اور کو بھیجا جائے مگر سوال یہ تھا کہ آخرین کو اوّلین سے کیسے ملایا جائے؟ آخرین کو اوّلین سے ملانے کے لئے کچھ برگزیدہ لوگوں کی ضرورت ہے، کچھ خدا سے تائید یافتہ لوگوں کی ضرورت ہے اور ساتھ ہی فرمایا گیا کہ دراصل حضور اکرم ﷺ کی حدیث کی طرف اشارہ کر رہا ہوں کہ آپؐ نے ساتھ ہی یہ فرما دیا کہ وجہ میں بتاتا ہوں کہ کیوں کوئی آئے گا؟ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا آخرین میں ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ گویا ایمان ثریا پر جا پہنچے گا۔ زمین پر دکھائی نہیں دے گا۔ آسمان پر جا بسے گا۔ جہاں سے اترا تھا یعنی واپس اپنے اصل کی طرف لوٹ جائے گا۔

سوال یہ ہے کہ کتاب اور سنت اور تعلیم اور حکمت کی باتوں کے باوجود ایمان کیسے اٹھ گیا؟ اگر ایمان ہی اٹھ گیا تو باقی کیا رہا؟ اگر ایمان ہی نہیں ہے تو تزکیۂ قلب اور تعلیم اور حکمت کی باتوں کا ذکر ہی کیا ملتا ہے؟ ان کا کوئی دور کا بھی تعلق باقی نہیں رہتا۔ ایمان اٹھ جانا ایک ایسی بنیادی کمزوری ہے جس کے نتیجے میں یہ تمام کتاب اور آیات اور تزکیہ کے مضامین سارے اپنی کارفرما قوتوں سے عاری ہو جاتے ہیں یعنی کتاب کامل ہے لیکن اس کے اندر اس کو جاری کرنے کے لئے کارفرما قوت کی ضرورت ہے۔ تزکیہ نفس ضرور ہوتا ہے لیکن ایک کارفرما قوت کی ضرورت ہے اور یہی مضمون آگے چلتا ہے۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ مسئلہ حل فرمایا کہ وہ کارفرما قوت ایمان ہے۔ ایمان ہو تو یہ ساری باتیں فائدہ دیں گی ورنہ کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔ اتنا پر حکمت جواب ہے اس وقت بھی

اس کتاب نے انہی کو فائدہ دیا جو ایمان لائے تھے یا جن کا ایمان سچا تھا۔ اسی زمانے میں ایسے لوگ بھی تھے جو کہتے تھے کہ ہم ایمان لے آئے۔ لیکن قرآن فرماتا ہے وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات:۱۵) اے محمد مصطفی ﷺ! ان سے کہہ دو کہ تم کہتے تو ہو کہ ہم ایمان لے آئے ہیں لیکن تمہارے دلوں میں ایمان نے جھانک کے بھی نہیں دیکھا۔ پس کتاب کے ہوتے ہوئے رسول ﷺ کی موجودگی میں ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کے متعلق خدا تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔ پس ایمان کے داخل ہونے کے لئے خدا کے خاص فضل کی ضرورت ہے اور ایک آسمانی معلّم کی ضرورت ہے جو اپنی قوتِ قدسیہ سے ایمان پیدا کرے اور ایمان کو نئی جلا بخشے۔

اسی مضمون کو آنحضرت ﷺ نے وضاحت سے بیان کرتے ہوئے فرمایا لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِّنْ هٰٓؤُلَآءِ. ایمان ثریا پر بھی اٹھ گیا تو سلمان فارسیؓ یعنی عجمی لوگوں میں سے ایک یا ایسے چند وجود ہوں گے جو خدا سے تائید یافتہ اور نور یافتہ ہوں گے اور ان کو اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا فرمائے گا کہ وہ ایمان کو دوبارہ آسمان سے زمین پر اتار لائیں گے۔

پس اگر ہم وہ جماعت ہیں جیسا کہ ہمارا دعویٰ ہے تو ہم ہی ہیں جنہوں نے دوبارہ نور ایمان سے ساری دنیا کو جگمگا دینا ہے اور اگر ہم اس کوشش میں ناکام رہیں تو بنی نوع انسان کو ہم کوئی بھی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے، مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے کیونکہ ظاہری طور پر کتاب ان میں موجود، حدیثیں موجود، سنت کے ذکر موجود، حکمت کی باتوں کا بیان موجود، وہ کیا چیز ہے جو نہیں ہے وہ وہی ہے جس کی نشاندہی حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی یعنی ایمان خالص۔ ایسا ایمان جو قلوب میں عظیم پاک تبدیلیاں پیدا کرتا ہے۔ پس اب جب آپ امت کے حالات پر نظر کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ لازماً ایمان ہی کی کمی ہے جو امت محمدیہ کہلانے کے باوجود سب لوگوں کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں۔ تمام مسلمان قومیں ایک دوسرے پر یلغار کر رہی ہیں، تمام مسلمان فرقے ایک دوسرے سے نبرد آزما ہیں۔ عالم اسلام پر جو کچھ گزر جائے ان کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اپنے اپنے مقاصد کی خاطر زندہ ہیں یا اپنے اپنے مقاصد کی خاطر مر رہے ہیں۔ بوسنیا کے مسلمانوں پر کیا مظالم ٹوٹے، فلسطین کے مسلمانوں پر کیا بنی؟ ان کی بلا سے جو کچھ ہوتا ہے ہوتا رہے۔

اپنی حکومتوں سے غرض ہے، اپنے کھانے پینے اور عیش وعشرت کے سامان سے دلچسپی ہے لیکن اسلام کی کیا حالت ہے؟ یہ ان کی بلا جانے ، ان سے ان کو کوئی غرض نہیں ۔ یہ کیوں ہے جبکہ کتاب وہی ہے؟ پس وہ سوال جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر میں اٹھایا تھا۔ اس سوال کا یہ کیسا عمدہ جواب حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عطا فرمایا۔ دیکھو یہ ساری باتیں ہوں گی لیکن ایمان اٹھ جائے گا اور جب تک ایمان واپس نہ آئے اسلام دنیا میں واپس نہیں آسکتا۔

اسی مضمون کو ایک اور جگہ نسبتاً زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا

’’ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمه و لا یبقی من القرآن الا رسمه مساجدهم عامرة و هی خراب من الهدی علمآء هم شرمن تحت ادیم السماء (مشکوۃ کتاب العلم الفصل الثالث صفحہ نمبر:۳۸) ایک ایسا بدنصیب زمانہ آنے والا ہے کہ جب اسلام ہوگا لیکن نام کا اسلام۔ اعمال میں جاری ہوگا دلوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے والا نہیں ہوگا اور قرآن ہوگا لیکن قرآن تحریر کے لئے ہوگا قرآن کی تحریریں تو کثرت سے ملیں گی لیکن قرآن دلوں اور اعمال اور خون میں جاری وساری دکھائی نہیں دے گا۔ نشانی اس کی کیا ہے؟ فرمایا مسجدیں تو آباد دکھائی دیں گی بڑے بڑے اجتماع آپ کو مساجد میں نظر آئیں گے۔ و هی خراب من الهدی لیکن ہدایت سے خالی۔ انسانی جمِ غفیر مسجدوں کو تقویٰ سے نہیں بھر سکتے۔ تقویٰ سے تو متقی دل بھرا کرتے ہیں۔ یہی نقشہ ہے جو حضور اکرم ﷺ نے بیان فرمایا اور پھر ایک منطقی نتیجے کے طور پر اٹھنے والے سوال کا بھی جواب دے دیا۔ ایک انسان یہ سوچ سکتا تھا یہ سب باتیں درست لیکن اس قوم کے علماء تو ہوں گے اور علماء کو خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے گا کہ وہ از خود اپنی کوششوں سے اس گرتی ہوئی امت کو سنبھال لیں۔ لیکن حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ علمآء هم شرمن تحت ادیم السماء دیکھو اس وہم میں مبتلا نہ ہو جانا کہ ان پراگندہ حال مسلمانوں کو ان کے علماء بچالیں گے کیونکہ وہ تو آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔

آنحضور ﷺ کے متعلق جیسا کہ میں نے ابھی قرآن کریم کی آیت پڑھ کر بیان کیا ہے۔ حکمت کا ذکر ملتا ہے یہ صرف تعلیم نہیں کیا کرتے تھے۔ حکمت بھی بیان فرمایا کرتے تھے اور اس بات میں ایک عظیم الشان حکمت کا گہرا راز ہے۔ جس میں قوموں کے عروج و زوال کا مسئلہ حل ہوا ہے۔

مذہبی قومیں محض کتاب سے زندہ نہیں رہا کرتی تھیں، مذہبی قوموں کو سنبھالنے کے لئے متقی علماء کی ضرورت ہے، پاک نمونہ دکھانے والوں کی ضرورت ہے، ربانی اولیاء کی ضرورت ہے جو قوم کے ایمان کو زندہ رکھتے ہیں۔ اگر علماء کا دل ایمان سے عاری ہو جائے، اگر وہ مطلب پرست ہو جائیں، اگر وہ خود غرض ہو جائیں، اگر ان کو اپنی غرضیوں میں دلچسپی ہو، دین کی حالت میں دلچسپی نہ ہو تو ایسے علماء کی بدنصیبی ہی سے قومیں تنزل اختیار کیا کرتی ہیں۔ پس تنزل کا جو نقشہ حضور اکرم ﷺ نے کھینچا ہے وہ اچانک کسی ایک سال میں پیدا ہونے والا تنزل تو نہیں ہے۔ یعنی اسلام نام کو رہ جائے گا، قرآن صرف لکھنے کے لئے، مسجدیں آباد مگر ہدایت سے خالی، کیا یہ آفت ایک ہی دن میں آپڑی۔ ہرگز نہیں یہ تو صدیوں کے جرائم کے ارتکاب کے نتیجے میں پیدا ہونے والا مضمون ہے۔ صدیوں کا ظلم ہے جو اس اندھیری رات پر منتج ہوا ہے اور رفتہ رفتہ بدیوں اور فسق میں جو اجتماعی بھیانک شکل اختیار کی ہے اس کا نقشہ ہے جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کھینچ رہے ہیں تو علماء کے ہوتے ہوئے یہ سب کچھ ہو گیا جن کے سپرد دین کی باگ ڈور کی گئی تھی، وہ دیکھتے رہے اور ان کی آنکھوں کے سامنے یہ سب ہو گیا اور ایک سال میں نہیں ہوا، دس سال میں نہیں ہوا، ایک سو سال میں بھی نہیں، سینکڑوں سال تک مسلسل یہ علماء ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں پیدا ہوتے رہے اور اس تنزل کے راہ میں روک نہیں بن سکے بلکہ ان کی بداعمالیاں اور ان کی خود غرضیاں اس تنزل کو تیزی سے آگے بڑھانے کا موجب بنیں۔ یہ ساری دردناک کہانی حضور اکرم ﷺ نے اس ایک جملے میں بیان فرمادی۔ **علمآء هم شر من تحت اديم السماء** بڑی بدنصیب قوم ہوا کرتی ہے جس کی لیڈر شپ خراب ہو جائے اور جس کی لیڈر شپ ایسی خراب ہو کہ اسلام جیسے دین کو گرتے گرتے یہاں تک پہنچا دے کہ خدا کا رسولؐ یہ گواہی دے کہ زمین سے ایمان اٹھ کر ثریا پر جا پہنچا۔ اتنی بڑی آفت، ایسی بڑی قیامت جو ایک عالمگیر قوم پر ٹوٹی ہو جو اس کے ذمہ دار ہیں، اس کو **شر من تحت اديم السماء** کے سوا کسی اور لقب سے یاد نہیں کیا جا سکتا۔

پس ایسی صورت میں جبکہ علماء اس لائق نہ رہیں کہ وہ دین کو دوبارہ اپنے پہلے حال کی طرف لوٹا سکیں، پہلے زمانے سے آئندہ آنے والے زمانوں کو ملا سکیں۔ کیسے پھر یہ ہوگا؟ فرمایا ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل ہی ہے جو نازل ہوگا۔ اللہ کا فضل ہی ہے جو ایسے بندے کو پیدا کرے گا جو

گریہ وزاری کے ساتھ اپنی راتیں جگا دے گا۔ جو اس قدر اسلام کے غم میں اپنے آپ کو ہلکان کرے گا اور اس قدر محنت کرے گا کہ خدا کے فضل کی نظر اس پر پڑے گی اور اسے چنا جائے گا کیونکہ وہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کا کامل غلام ہوگا، سب سے زیادہ آپ ﷺ کا عاشق، سب سے زیادہ آپؐ کے دین کی فکر کرنے والا ہوگا تب وہ خدا کے فضل سے پاک تبدیلیاں پیدا ہوں گی کہ کل عالم کو دوبارہ اسلام کی طرف لے جایا جائے گا اور الٰہی کلام یہ گواہی دے گا۔ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ دیکھو دیکھو۔ محمدؐ کے غلام اس زمانے میں بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ چودہ سو سال کے بعد آج تم ایک اجتماع کو دیکھ رہے ہو جو محمد مصطفی ﷺ کے وہ کامل غلام ہیں جن کو آسمان فخر سے دیکھ رہا ہے، جن کے متعلق زمین و آسمان کا خدا گواہی دے رہا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو بعد میں آنے کے باوجود اوّلین سے جا ملے، ان اولین سے جا ملے جن کو محمد رسول اللہ ﷺ نے خدا سے ملا دیا۔

پس جہاں آپ کا مرتبہ اور یہ مقام بیان ہوا ہے۔ اس کے نتیجے میں اسی قدر عجز کی ضرورت ہے، اسی قدر انکساری کی ضرورت ہے کیونکہ جب ہم اپنے حال پر غور کرتے ہیں تو اپنے آپ کو ہرگز اس لائق نہیں پاتے۔ دنیا میں انسان بعض دوسرے لوگوں کو عزت کی نظر سے دیکھتا ہے اور عزت کی مختلف وجوہات ہیں۔ نیک جماعتوں میں نیکی کو عزت کا ذریعہ قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (الحجرات:۱۴) تم میں سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے لیکن ساتھ ہی فرمایا۔ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (النجم:۳۳) تمہیں کیا پتا کہ کون متقی ہے؟ تم خواہ مخواہ ایک دوسرے کی عزتیں اس طرح نہ بتایا کرو کہ وہ بڑا متقی آدمی ہے۔ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى وہی ایک ذات، ایک اللہ ہی ہے جو جانتا ہے کون متقی ہے؟ اور کون نہیں؟ پس جہاں تک ہماری اپنی ذات کا تعلق ہے۔ ہم نہ کسی اور کے تقویٰ کی گواہی دے سکتے ہیں، نہ اپنے تقویٰ کی گواہی دے سکتے ہیں لیکن ایک بات کا احساس ہمیں ضرور تقویٰ عطا کرے گا کہ خدا نے ہمارے تقویٰ کی گواہی دی ہے۔ جو اس نے کہا ہے کہ آخرین میں آ کر تم اولین سے جا ملو گے تو ناممکن تھا کہ ہمارے تقویٰ پر نظر کئے بغیر خدا یہ گواہی دے دے۔ پس وہ جو سب سے زیادہ دلوں کا حال جاننے والا ہے وہ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى جس کے متعلق بیان ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ متقیوں کی جماعت ہوگی۔ پس اپنے تقویٰ کی حفاظت

کرو۔ جب تک خدا کی نظر میں تم وہ متقین کی جماعت بنے رہو گے جو آخرین میں آنے کے باوجود اولین سے ملائے جانے کے مستحق قرار دیئے گئے ہو۔ اس وقت تک کوئی دنیا کی طاقت تمہارا ادنیٰ بھی نقصان نہیں کر سکتی۔ تم ضرور پھیلو گے اور پھولو گے۔ تم ضرور کل عالم پر محیط کئے جاؤ گے کیونکہ تم اس پیغام کے علمبر دار اور امین بنائے گئے ہو جو کل عالم پر محیط کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے، جو کل عالم پر محیط ہونے کے لئے بنایا گیا ہے اس لئے اس میں تمہاری کوئی خوبی نہیں۔ یہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا دین ہے جس کا مقدر یہ ہے کہ لازماً تمام دنیا پر غالب آئے گا۔ اتنے بڑے نصیب ہیں ان ادنیٰ لوگوں کے جو ہم اور تم ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے نفس پر نگاہ کرتے ہیں تو اپنے آپ کو کسی خوبی کا لائق قرار نہیں دیتے، کسی خوبی کا سزاوار نہیں ٹھہراتے مگر خدا نے وہ کیا بات ہے جو ہم میں دیکھی جس کی وجہ سے اتنا عظیم فضل فرمایا ہے۔

اس مضمون پر غور کریں تو اس کا حل ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ میں ہی ملتا ہے۔ یہ تقویٰ بھی اللہ ہی کا فضل ہے۔ اگر ہماری آخری نیتیں محض للہ ہیں، اگر ہم اپنی روحانی بیماریوں کے باوجود بالآخر اپنے نفس کے آخری نقطے کے لحاظ سے اوّلیت خدا کو اور خدا کے دین کو دینے والے ہیں۔ اگر ہم خدا کی خاطر یہ تہیہ کئے بیٹھے ہیں کہ جو کچھ ہم پر گزرے گزر جائے تمام دنیا ہمیں چھوڑ دے لیکن ہم نے اس دین کی خدمت سے ہاتھ نہیں کھینچنا بلکہ اپنا سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے چھوڑیں گے۔ یہ وہ تقویٰ کی علامت ہے جو فضل کے ساتھ ہمارے اندر پیدا ہوئی ہے اور میں جانتا ہوں کہ آج تمام عالم میں جماعت احمد یہ خدا کے اس فضل کی امین بنادی گئی ہے اور ہر جگہ تقویٰ کے عظیم نشان الٰہی پھلوں کی صورت میں ظاہر ہوئے، رضائے باری تعالیٰ کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں،

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى کا ایک یہ بھی مطلب ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنی ذات میں علم رکھتا ہے اور چھپائے رکھے گا سب سے، بلکہ تقویٰ کی نشانیاں خدا کے فضل سے مومنوں کے چہروں پر ان کے اعمال میں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح: ۳۰) وہ اپنی نیکیوں کو دکھاتے تو نہیں ہیں۔ اس کا اشتہار تو نہیں دیتے لیکن اللہ کی یہ تقدیر کارفرما ہوتی ہے کہ ان پاک بندوں کی نیکیوں کو جن پاک بندوں پر اس کی رحمت کی نظر ہو ان کے چہروں میں اس طرح ظاہر کرتا ہے کہ وہ نور دکھائی دینے لگتا ہے۔ دنیا دیکھتی ہے اور جانتی ہے

کہ یہ سچے لوگ ہیں۔

پس یہی وہ تقویٰ ہے جو فضل کی صورت میں ہم پر نازل ہوا، یہی اس تقویٰ کی علامت ہے جو ہمارے چہروں کو ہمیشہ منور رکھے گی اگر ہم اس تقویٰ پر قائم رہے اور یہی خدا کے فضل کا نور ہے جو ہمارے چہروں پر ظاہر ہوگا یعنی صداقت کا نور جس کی طاقت سے ہم دنیا کو فتح کریں گے، یہی ہے وہ ایمان جو ثریا پر جا چکا تھا اب دوبارہ زمین پر لوٹایا گیا ہے۔ اسے کس طرح واپس کرنا ہے، کیا کام کرنے ہیں، پروگرام تو وہی ہے جو قرآن کریم پیش فرما چکا ہے۔ ایک ذرہ بھی اضافہ نہیں ہوسکتا، ایک ذرہ بھی اس میں کمی نہیں کی جاسکتی۔

ہمارے پروگرام کی چار بنیادی باتیں ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ **ہم قرآن کریم سے چمٹ جائیں وہ آیات جن کی تلاوت ہمارے سامنے کی گئی ہے۔ ان کو اپنی زندگی کا شعار بنالیں۔ اپنا پیغام، اپنا اوڑھنا بچھونا، اپنی زندگی کا ہر محرک کلام الٰہی کو بنالیں۔ اپنی زندگی کی ہر تحریک کو روکنے والا بھی کلام الٰہی کو بنالیں، ہمارے اٹھنے والے قدم بھی قرآن کے تابع اٹھیں، ہمارے رکنے والے قدم بھی قرآن کے تابع رکیں۔ یہ پہلا پیغام ہے جو آخرین کی جماعت کو خدا کی طرف سے ازسرِ نو دیا گیا ہے اور دوسرا پیغام یہ ہے کہ تزکیہ کریں اگر محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا دعویٰ ہے اور اسی سنت کو دوبارہ جاری کرنا چاہتے ہیں تو ایسے بنیں کہ آپ کے اردگرد پاک لوگ پیدا ہوں، بدیاں نہ پھیلیں۔** ہر شخص اپنے ماحول سے پہچانا جاتا ہے۔ دہی کا ایک قطرہ دودھ کے اردگرد ایسی تبدیلیاں پیدا کرتا ہے کہ وہ دودھ جو سیال حالت میں ہے وہ جم کر دہی کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ پس ماحول سے انسان پہچانا جاتا ہے۔ اس ماحول سے بھی جس ماحول کو وہ اپنے لئے چنتا ہے اور اس ماحول سے بھی جو اپنے اردگرد خود بخود پیدا کرتا ہے۔

پس مومن کی صفات فعّال صفات ہیں۔ یُزَكِّيهِمْ میں انہی فعال صفات کا ذکر ہے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ صحبتِ صالحین اختیار کرتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اردگرد کو وہ تقویٰ سے بھر دیتا ہے۔ ان کا تزکیہ کرتا چلا جاتا ہے۔ پس یہ دوسرا پیغام ہے جو جماعت احمدیہ کے لئے ہے اور یہی اس کے تقویٰ کی نشانی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ قرآن سے چمٹے رہیں اور تزکیۂ نفس کی اہلیت پیدا کریں۔ آپ کا تزکیہ ہمیں کیا معلوم، ہوا کہ نہیں۔ اگر آپ کے ماحول کا تزکیہ ہوا تو ہم دیکھ سکیں گے اور جان لیں گے

اور دنیا پہچان لے گی کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں کیونکہ یہ شان شانِ محمدؐ کی ہے کہ وہ اپنے اردگرد تزکیہ فرماتی ہے۔ **پھر تعلیم کتاب ہے کثرت کے ساتھ دنیا کو قرآن کریم کی تعلیمات سے آگاہ کریں۔** جس طرح کہ ہم دنیا میں مختلف زبانوں میں قرآن کریم شائع کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔صرف یہی نہیں بلکہ قرآن کریم کو پڑھیں، ان کی تعلیمات سے واقف ہوں اور پھر زبانی آنحضور ﷺ کے غلام ہوتے ہوئے اس نمائندگی میں دنیا کو قرآن کی تعلیم دیں اور **پھر حکمتوں کو خود بھی سمجھیں اور دنیا کو بھی سمجھائیں۔**

یہ حکمت کا مضمون ایسا ہے جس کے متعلق ایک بات سمجھا کر پھر میں آج اس خطبے کو ختم کرتا ہوں کیونکہ وقت ختم ہو رہا ہے۔حکمت کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ اتفاقاً انسان کو پیدائشی مل جاتی ہے۔کوئی بیوقوف پیدا ہو گیا، کوئی صاحبِ حکمت پیدا ہو گیا۔پھر بعض دفعہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اعلیٰ تعلیم سے حکمت عطا ہوتی ہے لیکن میں نے بہت گہرائی سے، تفصیل سے اس مضمون کا جائزہ لیا ہے۔**حکمت تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے۔باقی سب حکمتیں جھوٹی ہیں۔** انتہائی سادہ اور بظاہر بیوقوف اور غیر تعلیم یافتہ آدمی دکھائی دیتا ہوگا۔اگر وہ متقی ہے تو ہمیشہ حکمت کی بات کرے گا۔اگر غیر متقی ہے تو خواہ کتنا ہی چالاک ہو، کتنا ہی زبردست عالم کیوں نہ ہو، اس کے منہ سے سچی بات نہیں نکلے گی۔گہری حکمت کی بات اس کے منہ سے نہیں نکلے گی۔ادنیٰ سرسری چالاکیاں ہوں گی جو اس کو بھی فائدہ نہیں دے سکتیں اور بنی نوع انسان کو بھی فائدہ نہیں دے سکتیں۔پس ہم سب حکمت کے حصول کی اہلیت رکھتے ہیں۔پہلی تین نشانیاں آیت کی اگر ہماری ذات میں پوری ہو جائیں تو حکمت اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والا طبعی ایک نور کا شعلہ ہے جو اٹھے گا اور آپ کے دل و دماغ کو روشن کر دے گا۔

یہ وہ مضمون ہے جو میں سمجھا کر آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔انشاء اللہ تعالیٰ۔جلسہ سالانہ پر اور بھی بہت سی آپ کی تعلیم و تربیت کی باتیں ہوں گی۔اس خطبے کو ختم کرنے سے پہلے یہ عرض کروں گا کہ یہ ایک الٰہی اجتماع ہے دین کی محبت میں اللہ اور اسلام کی باتیں کرنے کے لئے اللہ اور رسولؐ کے تذکروں کی خاطر یہ اجتماع ہوا ہے۔نہ صرف یہ کہ اس موقع سے پورا فائدہ اٹھائیں بلکہ جلسہ سے نکلنے کے بعد بھی اپنے ماحول میں یہی باتیں کرتے رہیں۔دن رات ایسے ہی تذکرے کریں اور یاد رکھیں کہ اگر آپ اپنے وقت کو گپوں میں ضائع کریں گے اور محض میلے کے طور پر اس جلسے کو لے لیں گے تو

آپ اس جلسے کی اغراض کو ہاتھ سے کھو دیں گے اور کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ پس یاد رکھیں کہ صرف میری تقریروں میں ہی حاضر نہیں ہونا بلکہ تمام علماء نے بڑی محنت سے آپ کی خاطر آپ کے تزکیۂ نفس کی خاطر آپ کو تعلیم کتاب اور حکمت دینے کی خاطر جو مضامین تیار کئے ہیں۔ حاضر رہیں اور غور سے ان کو سنیں۔ جو بقیہ وقت بچتا ہے اس کی لذت کمائیں اور پھر وہ لذت حاصل کریں تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اصل وقت کو لذت یابی میں خرچ کر دینا اور لذت کمانا نہ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ لذت کا مزا بھی نہیں آتا۔ وہ مزدور جو محنت کرتا ہے سارا دن پھر روٹی کھاتا ہے اس کو بہت مزا آتا ہے چاہے وہ پیاز سے ہی کھا رہا ہو اور جو سارا دن گپیں مارتا ہے اس کی گپیں ہی بوریت ہو جاتی ہیں۔ مصیبت پڑی ہوتی ہے اور کوئی بات دل کو بہلانے والی کروں۔ دماغ میں ہی نہیں آتی اور بعض دفعہ ایسی مجلس میں تو تو میں میں اور بکواس میں ختم ہو کہ ایک دوسرے سے دوستوں کو اور بھی دور کر جاتی ہے۔ مگر جو سارا دن کا تھکا ہوا ہو، سارا دن اس نے محنت کی ہو، کچھ مشغلہ تھوڑا سا دوستوں میں بیٹھنے کا میسر آ جائے تو بے اختیار کہتا ہے۔

بھلا گردش فلک کی چین دیتی ہے کسے انشاء
غنیمت ہے کہ ہم صورت دو چار بیٹھے ہیں

تو پہلے اتنی محنت کریں، اتنا روحانی کمائی کریں کہ آپ سمجھیں کہ اب میرا حق ہو گیا کہ تھوڑی سی چھٹی کر لوں۔ جلسے سے باہر جائیں اور کچھ دوستوں سے ملاقاتیں بھی کریں۔ وہ بھی جلسے کے مقاصد میں شامل ہے، کچھ تعلقات بڑھائیں، کچھ ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور پیار کے اظہار کریں۔ واقفیتیں حاصل کریں۔ یہ سارا جلسے کے مقاصد میں شامل ہیں مگر ثانوی مقاصد ہیں اوّلین میں نہیں۔ اوّلین کو قربان کر کے ثانوی مقاصد حاصل نہیں کئے جا سکتے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو توفیق عطا فرمائے۔ ان بابرکت ایام سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں اور حاضرین جلسہ جو بہت دور دور سے اور بڑی محنت سے یہاں تشریف لائے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس جلسہ گاہ کی رونق بنے رہیں۔ اس کے بعد پھر جتنے خالی وقت ہیں ان کو ذکر الٰہی میں بھی صرف کریں اور ذکر الٰہی کے تابع مومنانہ محبت بڑھانے میں بھی صرف کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)